ماہنامہ

منادی

نئی دہلی

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی کا



منادیاً ینادی للایمان

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

محبوب الٰہیؒ سے ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار

منادی

ماہنامہ — نئی دہلی

مدیر

خواجہ حسن ثانی نظامی

معاون مدیر

خواجہ سید مہدی نظامی

درگاہ شریف اور منادی کے بارے میں خط و کتابت کرنے اور قیمت جمع کرانے کا پتہ:

خواجہ حسن ثانی نظامی

ڈاکخانہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

سالانہ قیمت — پندرہ ۱۵ روپے

غیر ممالک سے — چھ ۶ ڈالر

فی پرچہ — ایک روپیہ ۵۰ پیسے

منادی ۱۹۲۷ء سے جاری ہے | یہ اکسٹھویں ۶۱ جلد (۱۹۸۶ء) کا گیارھواں ۱۱ شمارہ ہے

فہرست

سُرخ لکیر

عنوان کے نیچے ایک سرخ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ادا کردہ منادی کی قیمت اس شمارے سے ختم ہو گئی اور دو لکیروں کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ شمارے سے ختم ہو جائے گی۔ جلد منی آرڈر کے ذریعہ قیمت بھیج کر ممنون فرمائیے یا وی پی کی اجازت دیجیے۔ وی پی میں آپ کے تین روپے پچیس پیسے زائد خرچ ہوں گے۔

(منیجر)

ایڈیٹر پبلشر خواجہ حسن ثانی نظامی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی اور خواجہ پریس دہلی میں چھپوا کر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳ سے شائع کیا

الف خاں نظامی

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کے چہیتے مرید اور خلیفہ نیز افریقہ میں جماعت نظامیہ کے ناظم روشن دل الحاج عبدالمجید الف خاں نظامی کے انتقال پر ملال کی مختصر خبر کسی پچھلے شمارے میں دی جا چکی ہے۔ وہ کئی برس سے علیل تھے۔ ۱۹۸۱ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے ان کی یادداشت اور بولنے کی طاقت چلی گئی تھی۔ بعد میں کچھ کچھ بات کرنے لگے تھے مگر اپنے مافی الضمیر کو کوشش کے باوجود ادا نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم جماعت کی نماز اور جماعت نظامیہ کی تنظیم کا جذبہ ان میں اتنا زیادہ تھا کہ بیماری کے زمانے میں وہ کوئی بات کہنا چاہتے تو صرف جماعت کا لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ اور خاصی دیر تک اس لفظ کی تکرار کرنے کے بعد وہ اپنی بات کہنے کے قابل ہوتے تھے۔ دو تین برس پہلے وہ علالت کی حالت میں ہی دہلی بھی آئے تھے۔ یادداشت ختم ہو جانے کی وجہ سے اپنے گھر کے لوگوں کو بھی وہ مشکل سے پہچانتے تھے۔ مگر دہلی ایرپورٹ پر مجھے دیکھا تو لپٹ گئے اور زار و قطار رونے لگے۔ ان کی بیگم صاحبہ نے بتایا کہ فالج کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ انھوں نے کسی کو اتنے دن کے بعد فوراً پہچان لیا۔ دہلی کے چند دن کے قیام میں ان کی بولنے کی طاقت اور بڑھ گئی اور وہ خاصی صفائی سے اپنی بات کہنے اور سمجھنے لگے مگر جوں جوں واپسی کا وقت قریب آیا۔ دوبارہ ان کی صلاحیت سلب ہونے لگی۔ ان کو اپنے پیر سے اور پیر خانے سے والہانہ تعلق تھا اور جدائی کے خیال نے بیماری کو پھر بڑھا دیا تھا۔ افریقہ واپس جانے کے بعد ان کی علالت میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور آخر کے چند ماہ سخت تکلیف سے گذرے۔ ان کی اہلیہ اور بچوں نے خدمت میں کسر نہیں رکھی۔ مگر خدمت اور علاج سے کسی کو بچایا جا سکتا تو بھائی عبدالمجید بھی بچتے۔ آخر اللہ کا حکم آکر رہا۔ اور ایک جیتی جاگتی زندگی ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔

درمیانہ قد، چھریرا بدن، بھرواں داڑھی، بڑی بڑی روشن آنکھیں، کھلتا ہوا گندمی رنگ۔ اپنے کوٹ پتلون کے سوٹ کو وہ ترکی ٹوپی سے مسلمان بنا لیا کرتے تھے۔ ان کی پتلون بھی اتنی چوڑی موہریوں کی ہوتی تھی کہ نماز پڑھنے کے بعد گھٹنے پر کوئی شکن نہیں پڑتی تھی۔ انھوں نے اپنے دین اور اپنے کلچر کو خیرباد کہے بغیر نئے زمانے کو لبیک کہا تھا۔ وہ بہت چھوٹی عمر میں اور بہت چھوٹی تنخواہ پر افریقہ چلے گئے تھے۔ ان کے ماموں حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کے روزنامچے اور منادی کے خریدار تھے۔ اور شام کو جب سب نو وارد ہندوستانی کام سے فارغ ہو کر تھکے ہارے اپنے ٹھکانے پر پہنچتے اور وطن کی یاد ستاتی تو عبدالمجید خاں صاحب کے ماموں خواجہ صاحبؒ کا روزنامچہ سب کو پڑھ کر سناتے۔ یہ روزنامچہ ان پردیسیوں کے لیے وطن سے تعلق جوڑنے کا ایک ذریعہ تھا۔ سب اسے دلچسپی سے سنتے۔ اور خواجہ صاحبؒ کے اسٹائل اور عبارت کا لطف اٹھاتے لیکن نوعمر عبدالمجید کے لیے اس کی اہمیت ایک اور وجہ سے بھی تھی۔ انھیں روزنامچے کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا کہ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا سجادہ نشین اور ہزاروں ہزار مریدوں کا پیر جب اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے محنت کرتا ہے اور

حلال کی روزی کھاتا ہے۔ اور اس محنت سے نہ تھکتا ہے نہ شرماتا ہے تو وہ سوچتے کہ میرا تکان کا احساس شاید وہم ہے۔ میری عمر ان سے بہت کم ہے۔ مجھے تو اٹھارہ گھنٹے سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے اور تھکن کا بالکل خیال نہیں کرنا چاہیے۔ عبدالمجید نے روزنامچے سے متاثر ہو کر رات دن محنت کرنی ہی شروع نہیں کی بلکہ ایک ایک بات میں خواجہ صاحبؒ کے روزنامچے کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ اور بہت جلدی انھوں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے دینی اور دنیوی ترقیوں کے دروازے ان پر کھول دیے ہیں۔ جو لڑکا افریقہ نوکر کی حیثیت سے گیا تھا۔ اس قابل ہو گیا کہ لوگوں کو اپنے ہاں نوکر رکھے۔ عبادت میں جو کیفیات انھوں نے محسوس کیں۔ اور ان کے دل کو جو راحت ملی۔ وہ بالکل نیا تجربہ تھا۔ اس کے بعد اگر وہ خواجہ صاحبؒ کے مرید نہ ہوتے تو تعجب تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس بات کا انتظار نہ کیا کہ کبھی ہندوستان جائیں تو خواجہ صاحبؒ کے مرید ہوں۔ بلکہ خط کے ذریعے انھوں نے اپنے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ایک کڑی بنا لیا اور خواجہ صاحب سے بیعت کر لی۔ اور اب ان کی رہنمائی روزنامچے کے ذریعے ہی نہیں۔ خطوط کے ذریعے بھی ہونے لگی۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ موقعہ بھی فراہم کرایا کہ عبدالمجید خاں نظامی دہلی آکر اپنے پیرومرشد سے ملے۔ اس کے بعد پیر سے ان کا تعلق بڑھتا ہی رہا۔ اور افریقہ میں جماعت کے ناظم مولوی فخرالدین نظامی کے انتقال کے بعد جو جگہ خالی ہوئی۔ وہ عبدالمجید خاں نظامی کو ملی۔ مرحوم ہر نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور ان کو روزنامچے سے جو فائدہ پہنچا تھا اس کے پیش نظر چاہتے کہ ہر شخص روزنامچہ پڑھے اور اس سے متاثر ہو کر ترقی کرے۔ وہ اپنے بچوں کو بھی روزانہ اسی طرح روزنامچہ پڑھ کر سناتے تھے جس طرح خود انھوں نے اپنے ماموں سے کبھی سنا تھا۔

مرحوم نے افریقہ میں اردو کے رواج کی بھی بڑی کوشش کی۔ وہ مقامی اردو شاعروں اور ادیبوں کی سرپرستی کرتے۔ ان کی کتابیں چھپواتے اور مشاعروں اور ادبی جلسوں کا اہتمام کرتے۔ ڈربن کے علاوہ جہاں ان کا مستقل قیام تھا اور کاروبار تھا۔ دوسرے شہروں کے دورے بھی کرتے اور وہاں کے مسلمانوں اور اردو جاننے والوں سے ربط رکھتے اور ان کے دکھ سکھ میں شریک رہتے۔ اور اس کے ساتھ اپنے دہلی کے مرکز سے بھی کبھی غافل نہ ہوتے۔ ان کے پیر حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کا انتقال ہوا تو ان کی اولاد سے بھی اسی محبت اور عقیدت کا برتاؤ رکھا جو انھیں اپنے پیر سے تھی۔ حضرت خواجہ صاحب کے روضے اور لائبریری اور یادگار ہال کی تعمیر میں بھی سب سے زیادہ کوشش انہی کی رہی۔ اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ انھوں نے اس کام کو مکمل دیکھ لیا۔ اور ان عمارتوں کے افتتاحی جلسے میں خاندان کے ساتھ افریقہ سے آکر شرکت کی۔ ان کی بڑی تمنا تھی کہ میں افریقہ جاؤں اور وہاں سلسلے کی توسیع ہو کیونکہ پرانے پیر بھائی ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو رہے تھے۔ افسوس ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اور میں افریقہ نہ جا سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور چشتیوں کا چراغ اس دور دراز دیس میں ہمیشہ جلتا رہے۔ سب پیر بھائی یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو کامیاب اور بامراد کرے۔ اور مشکلات کو آسان فرمائے۔ انشاءاللہ ان کے بارے میں مضامین برابر چھپتے رہیں گے۔

حسن ثانی نظامی

انتخاب فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ

از صاحب الفضل حضرت حسن علا سجزیؒ ——— ترجمہ: خواجہ حسن ثانی نظامی

حلال روزی

کھانے کی احتیاط اور اس کے اثر کا ذکر نکلا۔ ارشاد ہوا کہ ایک جوان حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ یہ شخص بہت عبادت گزار تھا۔ اتنا زیادہ کہ حضرت ابراہیم ادہم کو اس کی طاعت اور عبادت پر حیرت ہونے لگی۔ اور خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے کہ یہ چار دن کا آیا ہوا۔ جوان اس قدر عبادت کرتا ہے کہ تمہیں بھی میسر نہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے روشن ضمیر کے نور سے یہ معلوم کیا کہ (اس نوجوان کی ساری طاعت و عبادت) شیطانی ہے۔ یہ نوجوان تمام کی تمام ناجائز کمائی کھاتا ہے اور شیطان نے اس وجہ سے اس کو اس طاعت پر لگا رکھا ہے جب حضرت ابراہیم ادہم پر یہ بات کھل گئی تو اس جوان سے کہا جو کھانا میں کھاتا ہوں اس میں سے تم اپنے لیے بھی کھانا تیار کیا کرو۔ جوان نے ایسا ہی کیا۔ وہ طعام درویشانہ جو حضرت ابراہیم کھاتے تھے وہ لکڑیاں فروخت کرنے سے حاصل ہوتا تھا۔ جوان نے بھی اسی میں سے کھانا شروع کیا۔ اور وہ غلبۂ طاعت جو بے اصل تھا جاتا رہا۔ اور بس مختصر سی عبادت رہ گئی۔ اس قدر کہ فرض نماز بھی بمشکل ادا ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اس جوان کا کام بن گیا اور (خلوص و) صدق تک رسائی ہو گئی۔

اس کے بعد خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ راز جو ساری سعادتوں کی بنیاد ہے ظاہر کیا کہ شیخ کی ضرورت اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسی سلسلے میں یہ فائدہ بیان فرمایا کہ طاعت چاہے تھوڑی ہو لیکن صدق بہت ہونا چاہیے۔

مہمان خدا

(از حضرت احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جب عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہاں زمیں پر وہاں جناں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
اُدھر سے انوارِ ہنس کے آتے اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس حال لائے
اذاں کے نغموں میں وہ سماں تھا حرم کو خود وجد کے مزے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

حرم کی جنتی پہاڑیاں تھیں دلہن کی صورت میں محو تزئین
گلے میں سبزے کا دھانی جوڑا سر اونچی چوٹی کے گندھ رہے تھے

نہا کے نہروں نے وہ دوپٹہ نفیس آبِ رواں کا اوڑھا
کہ دھار لچکا تھی، جال موجیں، حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو رضوان اور قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

نبیِ رحمتؐ، شفیعِ امتؐ رضا پہ للہ ہو عنایت
اُسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

حج بیت اللہ کی اخلاقی اہمیت

(از پروفیسر نثار احمد فاروقی)

حج بیت اللہ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر نو کے بعد دعا مانگی تھی کہ اے میرے پروردگار اس جگہ کو شہر امن بنا دے اور جو کچھ یہاں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں انھیں پھلوں سے رزق عطا کر۔ (البقرہ ۱۲۹) یہاں "ثمرات" کا لفظ استعمال ہوا ہے، پھل کا بھی معنی "ثمر" ہی ہے جس سے آج اہل حجاز کا رزق وابستہ ہے۔ حضرت ابراہیم کی دوسری دعا یہ تھی: "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" (ابراہیم: ۳) یعنی اسے اللہ میں نے اپنی اولاد کو اس بنجر وادی میں بسا دیا ہے تیرے مقدس گھر کے پڑوس میں، اے پروردگار تاکہ وہ نماز قائم کریں اب تو ایسا کر دے کہ لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچنے لگیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، شاید یہ تیرے شکر گزار بن جائیں۔"

یہ اللہ کے ایک مخلص بندے اور ایک پیغمبر کی دعا تھی جو قلب و روح کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔ جس میں اپنے نفس کے لیے کچھ مطلوب نہ تھا، آنے والی نسلوں کے لیے اور ساری بشریت کے لیے خیر خواہی کا جذبہ تھا جسے قرآن کریم نے اپنے بلیغ انداز میں "لعلھم یشکرون" کہا ہے۔

شکر گزار ہونا صرف انعام خداوندی کا اقرار و اعتراف ہی نہیں ہے بلکہ نعماء فطرت کا صحیح استعمال بھی اسی پر منحصر ہے۔ یہ جذبہ شکر نعمتوں کی قدر کرنا سکھاتا ہے، خالق اور مخلوق کا رشتہ اور تعلق بھی اسی سے سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ اس پر منطقی دلیلیں لانے اور شواہد مہیا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ہم اور آپ اپنی روزمرہ کی زندگی کے آئینے میں بھی اسی وضاحت سے دیکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی شخص پر مسلسل احسانات کرتے رہیں، اسے بے غرضانہ نوازتے رہیں، اس کی ضرورت اور راحت و آسائش کا ہر سامان فراہم کرتے رہیں مگر وہ نہ کبھی آپ کا شکر گزار ہو، نہ یہ اقرار و اعتراف کرے کہ یہ سب کچھ کہاں سے مل رہا ہے اور کیوں مل رہا ہے تو ایسے احسان ناشناس محسن فراموش کے لیے خود آپ کا رویہ کب تک نہ بدلے گا؟ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مقصد تو یہی تھا کہ اس بنجر زمین کے باسیوں کو اللہ اپنی نعمتوں سے نوازے اور وہ ان نعمتوں کو صحیح مصرف میں لا کر اللہ کا شکر ادا کریں، اب وہ "شکر" ادا ہو رہا ہے یا نہیں یہ خود آپ کے فیصلہ کرنے کی بات ہے۔ اللہ کے احسانات تو بے غرض اور غیر مشروط ہوتے ہیں مگر وہ اتمام حجت کے لیے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول کی اور حکم دیا کہ تم لوگوں کو حج کرنے کا بلاوا دو، وہ پیدل اور چلتے چلتے دبلی ہو جانے والی سواریوں پر آئیں گے، وہ دراز علاقوں سے پہنچیں گے (الحج: ۲۷) اس دن سے آج تک اربوں کھربوں انسان "لبیک لبیک"

(حاضر ہوں: حاضر ہوں) کی صدا بلند کرتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے سے کھینچے چلے آتے ہیں اور شب و روز و ماہ و سال گذرتے چلے جاتے ہیں مگر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا جب کعبۃ اللہ کا طواف نہ ہو رہا ہو۔ کعبۃ اللہ کا گھر ان معنوں میں ہے کہ دوسرے دیوتاؤں کے معبد تو بے شمار تھے مگر اس وحدہٗ لاشریک کی پرستش کے لئے کوئی گھر نہ تھا، اسلام نے حج کو اپنے بنیادی ارکان کا ایک حصہ بنا لیا اور قرآن نے استطاعت کی شرط کے ساتھ اسے فرض کر دیا "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" یعنی لوگوں پر اللہ کے لئے حج بیت فرض ہے، جنھیں وہاں تک پہنچنے کی مقدرت ہو" یعنی شرط یہ ہے کہ مومن بالغ ہو، ذی عقل ہو، بیمار اور مفلس نہ ہو، راستے پر امن ہوں اور وہ اپنی غیر موجودگی میں اپنے متعلقین کے نان نفقہ کا بند و بست کر کے جاسکے۔

حج کے مناسک میں احرام باندھنا، طواف کرنا، نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں پہنچنا، قربانی کرنا، صفا و مروۃ کے درمیان سعی کرنا شامل ہیں۔ حدود حرم میں بغیر احرام جانا ممنوع ہے۔ حالت احرام میں شکار کرنا یا کسی بھی جاندار کو مارنا یا لذات و شہوات کی طرف میل کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ سب ظاہری شعائر ہیں اور صوفیا کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم کی معنویت خلت و صدیقیت کے مرتبہ کو پہنچنا ہے وہ اس سے حاصل ہوتی ہیں کہ ضبط نفس کرے، حواس کو قابو میں رکھے، لذات کو ترک کرے، خانۂ دل کو خواہش غیر سے خالی کر دے۔ یہ سب مجاہدات ہیں اور ان کی کنجی "صبر" ہے، اس طرح حج کا مقصد بندہ کو صابر و شاکر بنانا ہے۔ صبر و شکر کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد آیات موجود ہیں اور یہ دونوں اوصاف اسلامی اخلاقیات کا بنیادی پتھر ہیں۔ ان کا حاصل مقام تسلیم و رضا ہے جو حضرت ابراہیم کو حاصل تھا اور جس کی طرف اقبال نے یوں اشارہ کیا ہے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

قرآن حضرت ابراہیم کے لئے کہتا ہے: اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین (جب ابراہیم سے اس کے پروردگار نے کہا کہ فرمانبردار ہو جا تو اس نے کہا کہ میں سارے عالموں کے پالن ہار کا فرماں بردار ہو گیا) یہی وہ مقام خلت و رضا و تسلیم ہے جہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم اعلان کرتے ہیں کہ "ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" (میری عبادت و ریاضت، میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے جو سارے عالموں کا پالن ہار ہے)

صوفیا حج کی غایت اعلیٰ کو سمجھتے ہیں اس لئے وہ گھر میں پہنچ کر گھر والے کو ڈھونڈھتے ہیں اور شعائر حج میں معنویت حج کی تلاش کرتے ہیں بقول شاعر:

زاہد بطواف حرم و کعبہ رود لیک
از خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

یہ صاحب خانہ کسی زمان و مکان میں بند نہیں ہے وہ ہمارے کعبۂ دل میں بھی اسی طرح جلوہ افگن ہے، کعبہ میں خدا کا دیدار کرنے جاتے ہیں مگر یہ دیدار ہمیں اپنے دل میں بھی ہو سکتا ہے اسی لئے بعض صوفیا نے کہا کہ "دل بدست آور کہ حج اکبر است" کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اپنے قابو میں لاؤ اور مشاہدہ گاہ بناؤ اسی میں دیدار الٰہی نصیب ہو جائے گا، اس لئے کہ: دل گذر گاہ جلیل اکبر است"

حضرت داتا گنج بخش لاہوری نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی کی خدمت

میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا: حج کرکے آرہا ہوں۔ انھوں نے سوال کیا: جب تم حج کے لئے اپنے گھر سے کوچ کر رہے تھے تو گناہوں سے بھی کوچ کر لیا تھا؟ اس نے کہا: یہ تو نہیں کیا، آپ نے فرمایا: تو تم گھر سے نکلے ہی نہیں۔ اچھا جب راہ کی منزلوں میں قیام کر رہے تھے تو مقامات حقیقت و طریقت میں بھی قیام کیا تھا؟ اس نے کہا یہ تو میں جانتا ہی نہیں کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو پھر تم نے منزلیں بھی طے نہیں کیں اچھا جب احرام باندھا تھا تو بشریت اور نفسانیت کو بھی لباس کی طرح اتار پھینکا تھا؟

اس نے پھر نفی میں جواب دیا تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم نے احرام بھی نہیں باندھا، اچھا یہ بتاؤ جب میدان عرفات میں قیام کیا تھا تو کشف اور مشاہدہ میں کچھ فرق محسوس ہوا؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: تو گویا تمہارا عرفات میں وقوف بھی نہیں ہوا، اچھا جب طواف کر رہے تھے تو مقام تنزیہ میں لطائف جمال الٰہی کو بچشم سر دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: تو گویا طواف ہی نہیں کیا۔ غرض اسی طرح حج کے تمام مناسک کے بارہ میں حضرت جنیدؒ نے سوالات کیے اور اسے حج کی معنویت اور اس کے رموز و اسرار بتائے۔ حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ حج کشف مشاہدہ کے لیے ایک مجاہدہ ہے، حج سے بیت اللہ کا دیکھنا مراد نہیں بلکہ کشف مجاہدہ مقصود ہے۔ جس نے گھر میں پہنچ کر بھی گھر والے کو نہ دیکھا پھر وہ کہاں دیکھ سکے گا؟ حج کی اخلاقی اہمیت یہ بھی ہے کہ اس عبادت کا مقصد والہانہ پن اور شیفتگی و فریفتگی پیدا کرنا ہے یہ وہ کیفیت ہے جس کے بغیر زندگی سونی بے رنگ اور خشک ہوتی ہے، اخلاص اور والہانہ پن خاموشی سے اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر بھی پیدا کیے جاسکتے ہیں مگر ایسی کیفیات غیر منظم اور کم تاثیر والی ہوں گی، حج میں ان کی باقاعدہ مشق کرائی جاتی ہے اور اس طرح وہ کیفیات زیادہ موثر اور راسخ ہوجاتی ہیں، جیسے فوجی قواعد کی مشق آپ گھر میں بھی کرسکتے ہیں مگر فوجی تربیت گاہ میں رہ کر جو مشق کی جائے گی اس میں اور خود آموز قواعد میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ غرض حج کے سارے شعائر حاجی کو نیک پاکباز، امن و سلامتی چاہنے والا، صابر و شاکر، مجاہد اور شاہد بناتے ہیں اس کی شخصیت میں وہ نرمی، لطافت، والہانہ پن اور گداز پیدا کرتے ہیں جن سے ہماری انفرادی شخصیت کا نکھار ہوتا ہے اور جو ایک صالح پُر امن معاشرہ بنانے کے لئے بھی از بس ضروری ہیں۔ ہر عبادت کی طرح حج کی جان بھی اخلاص ہے، ریاکاری نہ ہو، اس سفر میں جو کچھ خرچ کرے وہ محنت اور حلال کی کمائی ہو، رشوت چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، ظلم و جبر سے حاصل کیے ہوئے پیسے سے حج نہیں ہوتا جہاز کا سفر ہوجاتا ہے۔ حج کا سارا زمانہ لغو باتوں سے مکمل پرہیز میں گذرنا چاہیے، لڑائی جھگڑا، فحش گوئی، حتی کہ غیر ضروری مزاح سے بھی احتیاط لازم ہے، نہ صرف یہ کہ کسی بھی جاندار کا خواہ وہ موذی ہی کیوں نہ ہو مارنا ممنوع ہے بلکہ اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں سے یا اپنے کسی بھی عمل سے دوسرے انسان کو آزردہ کرنا بھی اسی طرح آداب حج کے منافی ہے۔ یہی حج کی اخلاقی اہمیت ہے۔

مرو بہ قول مخالف بہ ہرزہ راہ حجاز
دگر نہ راہ نہ یابی بہ پردۂ عشاق
کسے کہ مسکن اصلیش عالم علوی ست
چہ می کند بہ خراساں چہ می رود بہ عراق
زخویش بگزرو باز آمے سوے ما خسرو
کہ نیست خوش تر ازیں جائے در ہمہ آفاق

vol. 61- No. 11-12 MAY-1987 Regd. No. D (SE) 195
Vol 62- No. 1-5
Telephone : 619807 R. N. 793/57
Telegrams : "KHAJGAN" New Delhi
THE MUNADI, NEW DELHI - 110013

میلاد نامہ اور رسول بیتی

از

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ



خواجہ اولاد کتاب گھر نزد درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نئی د